(۱۵۱)

کہاں ہوا ے مرے مانجائے یہ بہن ہو فدا
کدھر کو ڈھونڈھتی آئے یہ بیکس و تنہا
یہ کیا سبب ہے کہ رستہ نظر نہیں آتا
صدا یہ آئی کہ میں یاں نشیب میں ہوں پڑا
نہ اب ہے رنج کوئی اور نہ کچھ الم ہے مجھے
تمہارا سر ہے کھلا بس اسی کا غم ہے مجھے

(۱۵۲)

یہ سن کے جانب مقتل چلیں بدیدۂ تر
ہر ایک گام پہ گرتی تھیں ٹھوکریں کھا کر
قریب لاش کے پہنچی جو دختر حیدرؑ
پڑا ہوا نظر آیا انہیں تن بے سر
طرف نشیب کے گھبرا کے یوں چلیں زینبؑ
رہی نہ تاب تو غش کھا کے گر پڑیں زینبؑ

(۱۵۳)

جب آیا ہوش تو بولیں یہ پیٹ پیٹ کے سر
ہزار جان سے بھائی یہ ہو فدا خواہر
رگیں تو سوکھی تھی کیوں کر رواں ہوا خنجر
سدھارے پیاسے ہی دنیا سے کیا لب کوثر
دم اخیر تو ٹھنڈا جگر ہوا کہ نہیں
کسی نے پانی سے سیراب بھی کیا کہ نہیں

(۱۵۴)

ہزار حیف یہ مدت سے تھا مجھے ارماں
کہ اپنے بھائی کو دیکھوں گی دھوپ میں میں جہاں
کرے گی سایہ یہ ناشاد بھی اسی عنواں
ہوئے تھے سایہ فگن جیسے مجھ پہ بھائی جاں
پڑی ہے دھوپ میں ریتی پہ لاش سرورؑ ہے
میں کس طرح کروں سایہ رہی نہ چادر ہے

(۱۵۵)

خدا کے فضل سے یہ مرثیہ کہا فاخرؔ
وگرنہ مشق تری کیا کمال کیا فاخرؔ
بس اب یہ درگہہِ خالق میں کردعا فاخرؔ
کہ تجھ پہ مہر کریں شاہ کربلا فاخرؔ
نجاتِ حشر سے خوش دل ملول ہوجائے
اگر یہ ہدیۂ ناقص قبول ہوجائے

تبلیغی سلام

تذہیبؔ نگروری، لکھنؤ

الفاظ جگنوؤں سے چمک کر کہاں سے آئے
مضموں کے یہ نئے نئے لشکر کہاں سے آئے
مدح علیؑ کا قصد کیا تھا فقط ابھی
فوراً صلیب و دار کے منبر کہاں سے آئے
قنبرؑ کی جب مثال جہاں میں نہ مل سکی
تو پھر مثالِ فاتح خیبر کہاں سے آئے
نامِ حسینؑ آتے ہی میری زبان پر
آخر یہ میری پلکوں پہ گوہر کہاں سے آئے
حج چھوڑکر حسینؑ چلے ہیں تلاش میں
احرام میں چھپے ہوئے خنجر کہاں سے آئے
''انصارِشاہ'' تھے شب عاشور تک یہ سب
عاشور کو 'حسینؑ بہتر' کہاں سے آئے
شبیرؑ کے دہن میں ہیں کانٹے پڑے ہوئے
راحت تمہیں پھر اے علی اکبرؑ کہاں سے آئے
بیشیرؑ پیاسا مرگیا دریا ہے آب آب
دریا کو اب سکون میّسر کہاں سے آئے
جو مقصدِ حسینؑ فراموش کرچکا
اس کو خیالِ دینِ پیمبرؐ کہاں سے آئے
تذہیبؔ! کربلا کا ہی صدقہ ہے یہ فقط
ورنہ ترے کلام میں تیور کہاں سے آئے